علم بلا استاد
اور
اس کے خطرات

فیصل احمد ندوی بھٹکلی

ادارۂ احیاے علم ودعوت، لکھنؤ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

باراول

۱۴۳۶ھ - ۲۰۱۵ء

نام کتاب	:	علم بلا استاد اور اس کے خطرات
نام مرتب	:	فیصل احمد ندوی بھٹکلی
صفحات	:	۴۰
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰

ناشر

ادارۂ احیائے علم ودعوت، لکھنؤ

ملنے کے پتے

مکتبۃ الشباب العلمیۃ، ندوہ روڈ، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

علی ایجوکیشنل بک ہاؤس، مدینہ کالونی، بھٹکل

فہرست عناوین

نمبر شمار		صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۵
۲	علم حاصل ہونے کی شرطیں	۷
۳	علم کی عزت اور وقار کی پامالی	۸
۴	بے حیثیت لوگوں کے علم حاصل کرنے کا نتیجہ	۸
۵	آج کی صورت حال	۹
۶	ملت کو دھوکا	۱۰
۷	کتاب کی حقیقت اور معلم کی ضرورت	۱۰
۸	تعلیم وتبیین بعثت نبوی کا ایک اہم ترین مقصد	۱۰
۹	شخصیت کے بغیر علمی رہنمائی ممکن نہیں	۱۱
۱۰	معلم کتاب کی اولیت	۱۱
۱۱	معلم کتاب اور اس کی ضرورت	۱۲
۱۲	لفظ صاحب یا اصحاب کی بلاغت	۱۵
۱۳	علماء کے بغیر قرآن وحدیث کے الفاظ میں علم نہیں رہ سکتا-حدیث شریف	۱۶
۱۴	عالم ہونے کے لیے علمی سلسلۂ نسب کی ضرورت	۱۷
۱۵	پڑھی لکھی جہالت	۱۸
۱۶	صورت علم اور جہالت کا اجتماع علاماتِ قیامت میں سے ہے	۱۹
۱۷	علمی مقام معلوم کرنے کے لیے اساتذہ وشیوخ کا تذکرہ کیا جانا	۱۹
۱۸	استاد کے بغیر بھٹکنے کا خطرات	۲۰
۱۹	عبداللہ ابن مبارک کی تنبیہ	۱۹
۲۰	امام شافعی کا ارشاد	۲۰
۲۱	ابوحیان اندلسی کا بلا استاذ علم حاصل کرنے والے کی مذمت کرنا	۲۰

۲۲	ابن حجر ہیتمی کی نکیر	۴۱
۲۳	بلا استاد علم حاصل کرنے والوں کو امام ابو حنیفہ کا خاطر میں نہ لانا	۴۱
۲۴	امام احمد کا ایسے شخص سے بات کرنے سے انکار کرنا	۴۱
۲۵	بلا استاد علم حاصل کرنے والوں کو بولنے کا حق نہیں	۴۲
۲۶	ابن مالک نحوی پر ابو حیان کا نقد	۴۲
۲۷	بلا استاد طب حاصل کرنے والے پر امام ذہبی وغیرہ کی تنقید	۴۳
۲۸	بغیر استاد علم حاصل کرنے کی علماء کی طرف سے نکیر	۴۳
۲۹	تفقہ کے لیے طول صحبت کی ضرورت	۴۴
۳۰	علماء سے عدم تعلق، انحراف کا سبب	۴۴
۳۱	کتابوں پر اعتماد اور غلطیوں کے امکانات	۴۵
۳۲	کتابوں سے علم حاصل کرنے والوں سے سیکھنے کی ممانعت	۴۶
۳۳	بعض تابعین اور تبع تابعین کی ہدایات	۴۶
۳۴	امام مالک کی تاکید	۴۷
۳۵	علماء سے پوچھے بغیر صرف کتابوں میں دیکھ کر عمل کرنا یا فتوی دینا جائز نہیں	۴۷
۳۶	علماء اور فقہاء کے قریب رہائش اختیار کرنے کی تاکید	۴۸
۳۷	اساتذہ کی ضرورت کے وجوہ و اسباب	۴۸
۳۸	اساتذہ کے بغیر علم حاصل کرنے کے مضر اثرات	۴۹
۳۹	بغیر اساتذہ کے علم حاصل کرنے والے جہلاء سے علم حاصل کرنا قیامت کی نشانی	۵۰
۴۰	ماہر اساتذہ سے علم حاصل کرنے کی ضرورت پر امت کا اتفاق	۵۱
۴۱	علم کی نادانوں کے ہاتھوں میں کھلواڑ بننے سے کیسے حفاظت کی جائے	۵۱
۴۲	بلا اہلیت علمی میدان میں قدم رکھنے والوں سے چند گزارشات	۵۲
۴۳	بغیر استاذ علم حاصل کرنے اور بلا مہارت کسی فن میں دخل دینے کی مذمت	۵۳
۴۴	علمی معاملات میں زبان کھولنے کی شرطیں	۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

علم کے لحاظ سے معاشرے میں تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

اول راسخ فی العلم علماء جنھوں نے ایک عرصہ علماء کی صحبت میں گزار کر دینی علوم میں پختگی پیدا کی ہے، جو علمی مشکلات حل کرنے کے قابل اور عملی رہنمائی کے لائق ہیں، یہی معاشرے کی اصل روح ہیں، انھی سے تمام معاملات میں رجوع کرنا چاہیے۔

دوم مدارس اسلامیہ کے وہ فارغین جنھوں نے اگرچہ مدرسوں میں ایک مدت گزار کر مخصوص نصاب پڑھا، مگر علم کے کسی شعبے میں رسوخ نہیں پیدا کر سکے، انھیں علمی معاملات میں بحثوں اور بالخصوص فتوی بازی سے بالکل کنارہ کش رہنا چاہیے اور اپنی اور دوسروں کی عملی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے پر ہی توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔

سوم ان دو طبقوں کے علاوہ تمام لوگ خواہ بڑی سے بڑی دنیاوی ڈگری رکھتے ہوں اور دینی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہو، انھیں سو فیصد اپنے کو علماء کے حوالے کرنا چاہیے، انھیں بالکل حق نہیں کہ دینی علمی معاملات میں دخل دیں یا علماء سے بحث کریں۔

دوسرے طبقے میں بھی ایسے لوگوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے جن کی علمی سطح عوام سے کوئی زیادہ اونچی نہیں ہوتی انھیں بھی پوری احتیاط سے کام لینا چاہیے، اور اپنے دل کو سمجھانا چاہیے کہ علمی گفتگو ان کا میدان نہیں۔

عوام کے ساتھ ایسے لوگوں کو بھی امام سفیان بن عیینہ کی یہ بات یاد رکھنی چاہیے التسلیم للفقهاء سلامة فی الدین (الجواهر المضية ١/ ٤٥٣) یعنی اپنے کو فقہاء کے حوالے کرنے ہی میں دین کی سلامتی ہے۔

ایسے ہی لوگوں کے لیے ہم نے یہ رسالہ لکھا ہے جو اہلیت نہ ہونے کے باوجود

علمی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور چند دینی کتابوں کے سہارے اپنے کو اتھارٹی یا کم سے کم اپنے تئیں علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں۔ ایسے نااہل لوگوں کے علم میں دخل دینے کی وجہ سے آج جو مصیبتیں پیش آرہی ہیں اور جو انتشار اور اضطراب معاشرے میں برپا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے عرصے سے ہمیں خیال تھا کہ اس سلسلے میں سلف کی تصریحات پر مشتمل کوئی مضمون لکھ کر لوگوں کو متنبہ کریں، لیکن دوسری علمی مشغولیتوں کی وجہ سے میں اس کے لیے وقت نہیں نکال پا رہا تھا، اب جب میری کتاب "فقہی اختلاف کی حقیقت........." اشاعت دوم کے لیے تیار ہو رہی تھی تو مجھے خیال آیا کہ اس موضوع کو اس کتاب سے جو گہری مناسبت ہے اور میں نے اس کتاب میں اس موضوع پر مضمون لکھنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا تھا، اس لیے کیوں نہ ہو کہ اس مضمون کو اسی کتاب کے ضمیمے کے طور پر پیش کیا جائے! یہی سوچ کر ہم نے لکھنا شروع کیا، خیال تھا کہ اس سلسلے میں سلف کے اقوال پر مشتمل دو چار صفحات کا یہ ضمیمہ ہوگا، مگر بات بہت آگے نکل گئی اور اس کے متعلق بہت سی مفید باتیں سامنے آتی گئیں، یہاں تک کہ یہ رسالہ وجود میں آگیا۔

اللہ اس کو قبول فرمائے اور اس سے مستفید ہونے کی لوگوں کو توفیق عطا فرمائے۔

فیصل احمد ندوی بھٹکلی

خادم تدریس دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۱۸/شوال ۱۴۳۶ھ مطابق ۴/ستمبر ۲۰۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم بلا استاد اور اس کے خطرات

آج کا ایک بڑا فتنہ یہ ہے کہ لوگ بغیر علم کے علم میں دخل دیتے ہیں اور استاد کی صحبت اٹھائے بغیر چند کتابوں کے سہارے یا سوشل میڈیا کے بعض ذرائع کے بل بوتے پر علمی معاملات میں زبان کھولنے لگتے ہیں، جب کہ یہ بات مسلّم ہے کہ حقیقی علم استاد کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور جتنی طویل استاد کی صحبت ہوگی اتنی ہی اس کے علم میں پختگی اور گہرائی اور لغزش سے بچنے کے امکانات زیادہ ہوں گے۔

علم حاصل ہونے کی شرطیں

بہت پہلے کسی نے کہا تھا:

أخي لن تنال العلم الا بستة　　سأنبيك عن تفصيلها ببيان

ذكاء وحرص واجتهاد وبلغة　　وصحبة استاذ وطول زمان (۱)

مطلب یہ ہے: بھائی! علم تم کو ہرگز چھ چیزوں کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، جس کی میں تم کو تفصیل بتاتا ہوں: (۱) ذہانت (۲) شوق (۳) محنت (۴) بقدر ضرورت روزی یعنی زیادہ دولت میں علم نہیں آتا فقر وفاقہ کی مشقت اور بھوک اور پیاس کی حرارت سے علم آتا ہے (۵) استاد کی صحبت (۶) اور طویل زمانے تک اس سے اشتغال (بعض روایتوں میں اخی کے بجائے أصخ ہے یعنی غور سے سنو اور بعض نے ألا لاتنال العلم نقل کیا ہے۔

---

(۱) زرنوجی نے تعلیم المتعلم (ص:۴۰) میں اس کو حضرت علی کی طرف منسوب کیا ہے اور یافعی نے مرآۃ الجنان (۲/۲۱) میں اور ابشیہی نے المستطرف (۱/۳۹) میں اس کو امام شافعی کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابن النجار نے ذیل تاریخ بغداد (۱/۸۹) میں اور سبکی نے طبقات الشافعیہ الکبری (۵/۲۰۸) میں اس کو امام الحرمین شیخ عبدالملک الجوینی کی طرف منسوب کیا ہے۔

اسی طرح اجتہاد کے بجائے اصطبار اور افتقار، اور بلغہ کے بجائے غربۃ یعنی اس کے لیے سفر کیا جائے اور صحبۃ استاذ کے بجائے کہیں ارشاد استاذ اور کہیں تلقین استاذ وارد ہوا ہے)۔

علم کی عزت اور وقار کی پامالی

یہ علم بہت ہی معزز تھا، عزت دار اور اہل لوگ اس کو ایک دوسرے سے حاصل کرتے تھے اور اس کے ذریعے اور زیادہ قابل عزت اور قابل تعظیم ہو جاتے تھے، جب کتابوں میں داخل ہوا تو نا اہل لوگ اس کو حاصل کرنے لگے اور اس میں دخل دینے لگے۔ فقیہ اہل الشام امام اوزاعی (متوفی ۱۵۷ھ) کو اس کا بڑا احساس تھا، وہ فرماتے تھے "ما زال هذا العلم عزيزاً يتلقاه الرجال (بينهم) حتى وقع في الصحف فحمله او دخل فيه غير أهله"۔ (۱) یعنی جب نا اہل لوگوں نے اساتذہ اور شیوخ سے بے اعتنائی برتتے ہوئے کتابوں کا سہارا لیا تو علم ان کے ہاتھ میں کھلواڑ ہو گیا۔

بے حیثیت لوگوں کے علم حاصل کرنے کا نتیجہ

چناں چہ امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) معاشرے میں بے حیثیت لوگوں کو علم دین کی طلب میں دیکھتے تو ان کو بہت گراں گزرتا اور ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا، اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا علم عربوں میں اور شرفاء میں تھا تو اس کی حیثیت تھی، عزت تھی، جب ان سے نکل کر معمولی اور بے حیثیت لوگوں میں آ گیا تو دین کو انھوں نے بگاڑ دیا (۲)۔

مکحول (متوفی ۱۱۳ھ) جن کا شمار فقہائے تابعین میں ہوتا ہے ان سے بھی اسی طرح کی بات مروی ہے کہ معاشرے کے نچلے طبقے اور بے حیثیت لوگوں کا تفقہ پیدا

---

(۱) سنن الدارمی، المقدمہ رقم: ۴۰۷، نیز دیکھیے سیر اعلام النبلاء ۷/۱۱۴

(۲) الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب، رقم: ۳۷۱ وجامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۱/۶۲۰

کرتا دین و دنیا کی بربادی ہے(۱)۔

مطلب یہ نہیں کہ ایسے لوگوں کو دینی تعلیم سے محروم رکھا جائے، بلکہ دین اور علم دین کوئی بھی حاصل کرسکتا ہے اور کتنے غلام اور معمولی درجے کے لوگ علم کے نتیجے میں معزز ہوئے اور انھوں نے دین کی بڑی خدمت کی۔ مطلب صرف یہ ہے کہ جو نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں اور معاشرے میں ان کی کوئی قدر اور حیثیت نہیں ہوتی، بہت ایسا ہوتا ہے کہ ان سے چھچھورپن اور کوئی ایسی حرکت صادر ہوتی ہے جس سے علم اور دین کی توہین ہوتی ہے؛ اس لیے کہ ان کی فطرت میں دناءت ہوتی ہے اور فطرت بدلتی نہیں۔

شوکانی نے اس کو بہت وضاحت اور تفصیل سے لکھا ہے(۲)۔

خیر یہ ایک ضمنی بات تھی۔ کہنا یہ تھا کہ علماء سے بے پروائی کے ساتھ چند کتابوں کے سہارے اگر علمی معاملات میں دخل دیا جانے لگے گا تو دین میں انحراف اور تحریف کی صورت میں اس کا سنگین نتیجہ ظاہر ہوگا۔

اب خود غور کیجیے اگر یہ کپڑا بننے والے، مویشی چرانے والے، جانوروں کا دودھ دوہنے والے اور ان کو چارہ فراہم کرنے والے، تیل نکالنے والے، بال بنانے والے جنھوں نے کبھی مدرسے کا منھ نہیں دیکھا، علماء کی صحبت نہیں اٹھائی، اگر یہ لوگ دینی معاملات میں زبان کھولیں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا، بلکہ عزت دار لوگوں کو بھی اس کا حق نہیں کہ علماء کی صحبت اور ان کی رہنمائی کے بغیر چند کتابوں کی بنیاد پر علم میں دخل دینے لگیں!

آج کی صورت حال

جیسا کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے کوئی عربی زبان جانے بغیر ایک آدھ اردو تفسیروں کا مطالعہ کرکے تفسیر کا درس دے رہا ہے، کوئی حدیث کی ترجمہ والی کتاب دیکھ کر اپنی رائے ظاہر کر رہا ہے اور فتویٰ دے رہا ہے، کوئی سوشل میڈیا کے ذرائع کا استعمال کرکے بغیر تحقیق

---

(۱) جامع بیان العلم ۱/۶۲۰

(۲) دیکھیے أدب الطلب ومنتہی الارب ص: ۲۰۸-۲۱۰

کے کسی چیز کا پرچار اور ذہنوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے اور یہ سارے لوگ اس زعم میں ہیں کہ ہم دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اور ہمیں علماء کی ضرورت نہیں!! اور ان میں سے کچھ لوگ تو اس خبط میں ہیں کہ ہم سے بہتر دین کو کوئی نہیں سمجھتا!!!

ملت کو دھوکا

فی الحقیقت یہ ملت کو دھوکا ہے اور ایسا دعویٰ ہے جس کی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع تعبیر میں اس طرح کے اظہار اور ادعا سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا: المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبي زور (۱) یعنی جو کسی ایسی چیز سے بھرپور ہونے کا اظہار کرے جو اس کے پاس نہ ہو تو اس نے لوگوں کو دھوکا دینے کا کام کیا، وہ ایسے ہی جیسے کوئی خاص اہل علم وتقویٰ اور اصحاب زہد وخشیت کا لباس پہن کر لوگوں کو دھوکے میں رکھے۔

کتاب کی حقیقت اور معلم کی ضرورت

دوسری طرف کتاب کی حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے، کتاب علم کی حفاظت کا ذریعہ ہے لیکن معلّم کتاب کے بغیر کتاب بے سود ہے۔ خود کتاب اللہ کا یہی حال ہے، کتاب کے ساتھ اللہ نے ہمیشہ معلّم کتاب کو بھیجا۔ اخیر میں قرآن کریم کو نازل کیا تو کسی پہاڑی پر نہیں اتارا کہ لوگ اس کو پڑھیں اور راہ راست حاصل کریں، بلکہ اس کے ساتھ سید المرسلین، اور معلم العالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مبعوث فرمایا۔

تعلیم وتبیین بعثت نبوی کا ایک اہم ترین مقصد

اور جہاں جہاں قرآن کریم میں آپ کی بعثت کے مقاصد بیان کیے ہیں وہاں يُعَلِّمُهُمُ الكتاب کو خاص طور پر بیان فرمایا یعنی ان کو کتاب کی تعلیم دینا اور اس کا مطلب سمجھانا آپ کی بعثت کا ایک عظیم مقصد تھا۔

---

(۱) بخاری رقم: ۵۲۱۹ و مسلم: ۲۱۳۰

اور اس سے بھی واضح الفاظ میں متعدد موقعوں پر بیان فرمایا۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ "أنزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله". (۱) یعنی یہ کتاب حق کے ساتھ ہم نے اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو سمجھایا ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: "وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم". (۲) یعنی ہم نے یہ نصیحت اور یاد دہانی کی کتاب آپ پر اتاری ہے تاکہ جو چیز لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے اس کی آپ ان کے سامنے وضاحت کریں۔

نیز فرمایا: "وما أنزلنا عليك الكتاب الا لتبين لهم الذي اختلفوا فيه". (۳) یعنی یہ کتاب ہم نے صرف اسی لیے اتاری ہے، تاکہ آپ لوگوں کے اختلاف کو واضح کرکے کتاب حق سمجھائیں۔

شخصیت کے بغیر عملی رہنمائی ممکن نہیں

کتاب سے علمی اور نظریاتی رہنمائی تو ممکن ہے مگر عملی رہنمائی شخصیت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ یہ بات بہت طول چاہتی ہے، اس موقع پر حضرت عائشہؓ کی صرف اس حدیث کو یاد کرنا کافی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں: "ان خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم كان القرآن". (۴) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی عملی تصویر تھے۔ اس کے اخلاق کے پیکر اور اس میں بیان کردہ صفات حسنہ سے سو فیصد آراستہ تھے۔

معلم کتاب کی اولیت

اللہ نے خود کتاب اور معلّمِ کتاب یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں ایک ساتھ

---

(۱) النساء: ۱۰۵)

(۲) النحل: ۴۴)

(۳) النحل: ۶۴)

(۴) مسلم: ۷۴۶ و احمد: ۶/۵۳-۵۴، و ابوداؤد رقم: ۱۳۴۲)

ذکر کیا تو پہلے آپ کا ذکر کیا پھر کتاب کا ذکر فرمایا ارشاد ہے: "قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین". (۱) یعنی تمھارے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ایک نور آیا ہے اور کتاب مبین، جس نور کے ذریعے تم کتاب مبین کو سمجھ سکتے ہو اور اس سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہو۔ امام طبری لکھتے ہیں: یعنی النور محمد صلی اللّٰہ علیہ و سلم الذی أنار للّٰہ بہ الحق، واظہر بہ الاسلام ومحق بہ الشرك فھو نور لمن استنار بہ، یبین الحق (۲) خلاصہ یہ کہ نورانی شخصیت کے بغیر کتاب مبین سے بھی تم فائدہ اٹھا نہیں سکتے نہ رہنمائی حاصل کر سکتے ہو۔

معلّمِ کتاب اور اس کی ضرورت

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کلام کتنا بھی جامع، کامل اور بلیغ ترہو اس کی تفہیم وتبیین کے لیے کتاب اور نقوش سے زیادہ معلم کتاب کی شخصیت ناگزیر ہے جس کی رہنمائی میں اس کی مراد تک پہنچا جائے۔

معلم یا استاد کی شخصیت کی ضرورت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ کلام کی بہت سی خصوصیات ہیں جو متکلم کے لب ولہجے، انداز بیان، طرز ادا، کیفیت تفہیم اور کلامی حرکات وسکنات ہی سے مفہوم ہو سکتی ہیں، الفاظ وحروف میں نہ کیفیات مرتسم ہو سکتی ہیں نہ نقش کی جا سکتی ہیں، جب تک کہ متکلم یا معلم خاص لب ولہجے اور مخصوص صوتی کیفیات وحرکات کے ساتھ کلام کو ادا نہ کرے۔

دراصل متکلم کی باطنی کیفیات سے اس کے لب ولہجے میں فرق پڑتا ہے اور ہیئت تکلم خاص صورت کر لیتی ہے، ایک ہی جملہ غضبناک لب ولہجے میں ادا کیا جائے تو اس کے معنی ڈانٹ ڈپٹ اور زجر وتوبیخ کے ہوتے ہیں، خواہ لفظ کتنے ہی نرم اور شائستہ ہوں، اور وہی جملہ شفقت آمیز لب ولہجے میں ادا کیا جائے تو اس کے معنی مہر وعنایت اور رحم وکرم

(۱) المائدۃ:۱۵

(۲) تفسیر الطبری ۸/۲۶۴

کے ہوتے ہیں، خواہ لفظ کتنے ہی سخت اور درشت ہوں۔ اسی طرح تعجب کی حرکت متعجبانہ لب ولہجے سے ادا ہو تو کلام تعجب انگیز ہوگا۔ حیرت کی ہیئت سے ادا ہو تو کلام حیرت افزا ہوگا۔ دار وگیر کا لہجہ ہو تو تعزیری ہوگا، مہر ووفا کا لہجہ ہو تو فورِ محبت کا اظہار ہوگا اور استفساری لہجہ ہو تو سوال سامنے آئے گا۔ تو محض حروف یا کاغذ کے نقوش سے ان مختلف کیفیات کا کیسے علم ہو سکتا ہے جب تک معلم ان کو ان مخصوص مطلوبہ کیفیات کے ساتھ ادا کر کے نہ بتلائے؟ اور ظاہر ہے کہ معلمین اور اساتذہ کے بلا انقطاع تسلسل کے بغیر یہ کیفیتیں اپنی پوری روح کے ساتھ منتقل نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے محدثین نے اس کا اتنا اہتمام کیا ہے کہ اس کلام کے وقت مخصوص کوئی عمل ہوا ہو تو اس کو بھی تسلسل کے ساتھ کرتے آئے ہیں۔ یہیں سے حدیث مسلسل کا وجود ہوا، حدیث کا ہر طالب علم جس کو جانتا ہے۔

پھر یہ کہ قرآن وحدیث میں کوئی کلام محض برائے کلام نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصود عمل ہے، اور ظاہر ہے کہ قانون کتنا بھی جامع مانع اور غایتِ بلاغت سے ایسے معانی پر حاوی ہو، تاہم متکلم کے زورِ تکلم سے بھی عمل کی مطلوبہ ہیئت وصورت سامنے نہیں آسکتی جب تک کہ عمل کر کے دکھلانے والا اس ہیئت کو اپنے عمل سے نمایاں کر کے نہ دکھلائے اور عمل سے مقصود ظاہری عمل یا عمل کی نقل نہیں بلکہ مخصوص احوال ومقامات اور باطنی کیفیات سے دلوں کو رنگ دینا ہے جو اس عمل سے مطلوب ہیں۔ جیسے انس ومحبت، ذوق وشوق، رجاء وخوف، مقصدِ حق کی لگن اور اس میں عزیمت اور اس کے مقابلے میں غیر حق سے گریز اور اس سے فرار اور بچاؤ اور اس پر غیظ وغضب اور مخاطب کا اس سے اور کے تمام تقاضوں سے گریز اور ان کے قرب سے خوف ودہشت اور جذبۂ انکار وانحراف وغیرہ جن سے مخاطب کے قلب کو بھر دینا مقصود ہوتا ہے کہ وہ محض قال کے درجے میں نہ رہیں۔ اور ذرا آگے بڑھ کر صرف عمل کی صورت ظاہر نہ ہو، بلکہ حال کے درجے میں پہنچ کر طبیعت ثانیہ بن جائیں۔ اور روح میں رچ جائیں اور کوئی سمجھ سکتا ہے کہ ان تمام امور کا کاغذ میں آجانا یا حروف میں سما جانا اور ان حروف ونقوش ہی سے دلوں میں پہنچ جانا، صاحب کلام کی

شخصیت، اس کے عمل کی کیفیت، یا اس کے تربیت یافتہ اصحاب اور ان کے شاگردوں کی تفہیم و تبیین اور تدریب و تمرین کے بغیر ناممکن ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر کوئی ناواقف یا برخود غلط آدمی قانون آنے کے بعد اس کی مربی شخصیت سے کٹ کر محض کاغذ، محض لٹریچر اور اس کے کالے نقوش ہی کا قیدی بن کر رہ جائے، جن میں نہ مراد فہمی کا لب و لہجہ ہے، نہ کلامی حرکات و سکنات اور طرز ادا کا کوئی نقش ثبت ہے، نہ عمل کی ہیئت کذائی مرتسم ہے، نہ اس کی کوئی باطنی کیفیت منقش ہے، نہ قلبی حرارت اور وجدانِ سلیم کے رجحانات کی کوئی چھاپ لگی ہوئی ہے، تو مطالعہ کنندہ اس کلام سے وہی کچھ سمجھے گا جس کی کیفیت خود اس کے نفس پر غالب ہوگی، جو یقیناً مرادِ خداوندی نہ ہوگی، بلکہ وہ خود اسی کی اپنی مراد ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ علاوہ غلط فہمی اور غلط روی کے، غلط اندازی بھی ہوگی جس کا نام ''تلبیس'' ہے کہ لفظ خدا کے لیے جائیں اور مرادات اپنے نفس کی باور کرائی جائیں، اس لیے ناگزیر تھا کہ منزل من اللہ قانون کے ساتھ مبعوث من اللہ شخصیتیں بھی آئیں، اور پھر ان کے بعد کے قرون میں بھی ان سے تربیت پا کر ذوات قدسیہ تسلسل کے ساتھ آتی رہیں، جو کلام کو سنائیں، سمجھائیں، مرادات بتلائیں، نمونۂ عمل دکھلائیں اور اپنی تمرین و تربیت سے مخاطبین کے قلوب کو زیغ سے پاک کر کے استقامت، فہم و عقل اور کیفیات درونی کے نقطے پر جما کر، حقیقی مراد کے سمجھنے اور اس کے عمل کی لگن لگ جانے اور اس کی اندرونی کیفیات سے باکیف ہونے کے قابل بنائیں؛ اس لیے کتاب کے ساتھ معلم و مربی کی شخصیت لازم ملزوم رکھی گئی، تاکہ ان کی صحبت و معیت اور ان کی تمرین و ٹریننگ سے یہ مراحل تکمیل پائیں؛ ورنہ کتب سماوی کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی ضرورت ہی نہ تھی (۱)۔

---

(۱) معلم کی ضرورت کے اسباب و وجوہ کے تحت جو لکھا گیا ہے وہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تحریر کا خلاصہ ہے۔ قاری صاحب نے بہت خوبی سے اس کو مفصل لکھا ہے۔ آخری پیراگراف انھی کے الفاظ میں ہے، دیکھیے: مذہب اہل سنت والجماعت، اس کے عناصر ترکیبی کا تجزیہ اور ان کی شرعی حیثیت، ص:۱۲-۱۶

اس تفصیل سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ کتاب کے ساتھ صاحب کتاب یا شخصیت کی ضرورت صرف معلم کتاب ہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ مربی کی حیثیت سے بھی ہے۔ خود قرآن مجید نے مقاصد بعثت کی وضاحت کے ضمن میں یہ حقیقت آشکارا کی ہے ویزکیھم یعنی نبی کا کام ان کے اخلاق سنوارنا بھی ہے۔ اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئیڈیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة".(۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنی اس حیثیت کو واضح کیا ہے اور اپنے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کی ہے۔ مثلاً نماز کے بارے میں فرمایا "صلوا کما رأیتمونی أصلی". (۲) (یعنی تم ویسی نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھ رہے ہو۔ اس میں نماز کی ہیئت، اوقات کی رعایت، شروط وآداب اور اندرونی کیفیات سب شامل ہیں۔

اسی طرح حج کے موقع پر فرمایا "لتأخذوا مناسککم، فانی لاأدری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ". (۳) یعنی حج کے طریقے مجھ سے معلوم کرو اور جس طرح مجھے دیکھ رہے ہو اس کو سمجھ لو اور سیکھ لو، شاید آئندہ پھر تمہیں مجھ سے اس کو سیکھنے اور سمجھنے کا موقع نہ ملے۔

لفظ صاحب یا اصحاب کی بلاغت

صحبت استاد کی ضرورت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والوں اور آپ سے فائدہ اٹھانے والوں اور بالفاظ دیگر آپ کے شاگردوں کو کسی اور لفظ کے بجائے صحابہ یا اصحاب کے لفظ سے یاد کیا گیا۔ بلکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے یہی لفظ استعمال کیا جس کا مطلب صرف الفاظ کے معانی سن کر ان کا مطلب سمجھنے والے شاگرد ہی نہیں بلکہ معلم کی صحبت میں کچھ وقت گزار کر ان الفاظ کے حقائق اور ان کی کیفیات کا ادراک کرنے اور قریب سے معلم کو دیکھ کر اس زندگی سے بہت کچھ سیکھنے والے

---

(۱) (۱) الاحزاب: ۲۱

(۲) بخاری رقم: ۶۳۰

(۳) مسلم: ۱۲۹۷

اور اپنی زندگی کو ہر طرح سنوارنے کی فکر اور کوشش کرنے والے مراد ہوتے ہیں۔

قابل غور ہے کہ سلف صالحین نے بھی مستفیدین کو ہمیشہ اصحاب کے لفظ سے یاد کیا ہے جیسے فلان من اصحاب أبي حنيفه يا من اصحاب الشافعي ۔

اور صحبت استاذ کے ساتھ حصول علم کے آداب سے متعلق سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور پورا کتب خانہ وجود میں آ گیا۔ اگر نرا کتابی علم کافی ہوتا تو ان کتابوں کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ گھر بیٹھے جیسے چاہے کتابوں کے الفاظ پڑھ لے یا انھیں رٹ ڈالے یا انٹرنیٹ سے کچھ معلومات جمع کرلے یا سوشل میڈیا کے کسی ذریعے سے متفرق باتیں لے اور علامہ ہو جائے !!!

علماء کے بغیر قرآن وحدیث کے الفاظ میں علم نہیں رہ سکتا-حدیث شریف

کتاب کے ساتھ عالمِ کتاب اور معلّمِ کتاب کی ضرورت پر روشنی اس مشہور حدیث سے بھی پڑتی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللّٰه لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى اذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً، فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا. (۱)

مطلب یہ ہے کہ یہ علم بندوں کے دلوں سے کھینچ کر نہیں لے گا یعنی یونہی ختم نہیں کرے گا بلکہ علماء کی روح قبض کر کے یہ علم اپنے پاس واپس لے لے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو بڑا بنا ئیں گے،ان سے سوالات کیے جا ئیں گے تو یہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے،خود بھی گمراہ ہوں گے، دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ہمارا ایمان اور عقیدہ کہ اللہ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے وہ ہمیشہ باقی رہے، گا اس کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ علم اٹھالیا جائے گا، جب کہ قرآن علوم کا مخزن ہے اور اولین وآخرین کے سارے علوم اس میں جمع ہیں، تو علم

(۱) بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، رقم: ۱۰۰، ومسلم کتاب العلم باب رفع العلم رقم: ۲۶۷۳)

کے اٹھا لیے جانے کا کیا مطلب ؟ مطلب خود اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے حروف کی موجودگی کا نام علم نہیں ہے۔ علم وہ ہے جو اللہ اپنے خاص بندوں کے دلوں میں القا کرتا ہے اور ان کو علم الٰہی کے لیے منتخب کرتا ہے، پھر یہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہے اور عرصے تک اس میں اضافہ ہوتا رہا، جب سینے پاکیزہ نہیں رہے (جو علم کے لیے بمنزلہ ظرف کے ہیں) اور دلوں میں بگاڑ شروع ہوا تو اس میں کمی آتی گئی، اور جیسے جیسے قیامت قریب آتی جائے گی اس میں کمی ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ علم الٰہی کے قابل کوئی سینہ نہیں رہے گا تو علم الٰہی کا سلسلہ موقوف ہو جائے گا اور جاہل لوگ علماء وصلحاء کا سوانگ بھر کے سامنے آئیں گے۔ لوگ انھیں کو عالم سمجھیں گے ان سے مسائل پوچھیں گے، وہ اپنا بھرم رکھنے کے لیے بغیر علم کے الٹے سیدھے جوابات دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ پہلے علم لوگوں کے سینوں میں تھا، پھر کتابوں میں منتقل ہوا، مگر اس کی کنجیاں لوگوں کے ہاتھوں میں رہیں، اس سے بھی ہم سمجھ سکتے ہیں کہ معلم کی بہر حال ضرورت ہوتی ہے جس سے علم حاصل کیا جا سکے۔ (۱)

بہت پہلے کسی نے کہا تھا: من اعظم البلية تشيخ الصحيفة. (۲) یعنی بہت بڑی مصیبت ہے کہ کتاب کو استاد اور شیخ کا درجہ دیا جائے۔

عالم ہونے کے لیے علمی سلسلۂ نسبت کی ضرورت

مگر آج سمجھا جاتا ہے کہ علماء کی رہنمائی کی ضرورت کیا ہے! کتاب ہمارے ہاتھ میں ہے، ہم اس سے سب کچھ سمجھ سکتے ہیں!! پڑھ لکھ لینے سے کوئی شخص عالم نہیں ہو جاتا، بلکہ ان علماء کی صحبت اور اساتذہ کی رہنمائی سے عالم بنتا ہے جن کا سلسلہ واسطہ در واسطہ منبع علوم نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے۔ اس کے بغیر آدمی خواہ کتنا ہی پڑھ ڈالے جاہل کا جاہل رہتا ہے۔

---

(۱) الموافقات ۱/۰۷
(۲) تذکرۃ السامع والمتکلم ص: ۹۰

دراصل ہمارے اساتذہ اورشیوخ کا سلسلہ ہمارا علمی وروحانی شجرۂ نسب ہے، جس طرح جسمانی نسب ہوتا ہے۔ امام نووی ائمہ کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انہم ائمتنا واسلافنا کالوالدین لنا (۱) اور امام شافعی کے استاذ مسلم بن خالد زنجی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَمسلم رضی اللّٰہ عنہ أحد احدادنا فی سلسلۃ الفقہ المتصلۃ بنا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (۲) یعنی وہ ہمارے اس فقہی سلسلے کے ایک جد ہیں جو سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

اگر کسی کے باپ دادوں کا پتا نہ ہو یا وہ مشکوک النسب ہو یا خاندان نامعلوم ہو تو معاشرے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور نہ وراثت میں اس کو حصہ ملتا ہے۔ اسی طرح کسی کا تعلیمی اور روحانی سلسلہ معلوم نہ ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے الفاظ میں:

.....اگر یہ روحانی اور علمی سند اور تعلیمی و تربیتی استناد کا سلسلہ شیوخ سے گزرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتا ہو تو آدمی علم نبوت کی حد تک محروم الارث شمار ہوگا، اور اس کا علم لفظی، خود ساختہ اور اس کے اپنے تخیلات و جذبات سے پیدا ہوگا، جو دینی امور میں نہ حجت ہوگا نہ قابل التفات، بلکہ ہدایت کے بجائے اور الٹا ضلالت وگمراہی کا سبب بنے گا۔ (۳)

پڑھی لکھی جہالت

آج ایسی خود ساختہ علمی جہالت میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ پہلے جہالت کوری تھی، آج پڑھ لکھ گئی ہے۔ (۴)

---

(۱) تہذیب الأسماء واللغات ۱/۱۱

(۲) ایضاً ۲/۹۳

(۳) مذہب اہل سنت والجماعت، اس کے عناصر ترکیبی کا تجزیہ اور ان کی شرعی حیثیت، ص: ۲۱

(۴) یہ استاد مرحوم مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ کی تعبیر ہے وہ فرماتے تھے کہ آج جہالت پڑھ لکھ گئی ہے۔

صورت علم اور جہالت کا اجتماع علاماتِ قیامت میں سے ہے

اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ علم اور جہل میں تو ضدین کی نسبت ہے، وہ ایک دوسرے کی بالکل ضد ہے، پھر کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ علم ہی نہیں ہے جس کو علم سمجھا جا رہا ہے، یہ تو صرف علم کی صورت ہے۔ خود حدیث شریف میں یہ بات واضح کی گئی ہے۔ علاماتِ قیامت کے ضمن میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: یظهر الجهل (۱) اور اسی ضمن میں بالکل اس کے بالمقابل فرمایا: یظهر القلم (۲) یعنی قلم ہر جگہ پھیل جائے گا، پڑھنا لکھنا عام ہو جائے گا، مگر اس کے ساتھ ساتھ جہالت پنپے گی، بالفاظ دیگر علم کی صورت ہوگی، حقیقت میں وہ جہل ہوگا۔

علمی مقام معلوم کرنے کے لیے اساتذہ وشیوخ کا تذکرہ کیا جانا

قابل غور ہے کہ ہزاروں علمائے سابقین کے حالات معلوم ہیں، مگر ان میں سے کسی کے علمی مقام کو بیان کرنے کے لیے کبھی کسی نے اس کی پڑھی ہوئی کتابوں کے نام نہیں گنائے بلکہ ہمیشہ اس کے علمی مقام کو جانچنے کے لیے سب سے پہلے اس کے شیوخ کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور شیوخ کے مقام سے اس کی علمی عظمت ومقام کا اندازہ لگایا جاتا ہے، اس کے بعد دوسری چیزوں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور اگر کبھی کتابوں کا تذکرہ کیا بھی گیا تو شیوخ کے تذکرہ کے ضمن میں کہ فلاں شیخ سے فلاں کتاب یا کتابیں پڑھیں اور اگر کسی کا کوئی شیخ اور استاذ نہیں ہے تو کبھی اس کو قابل التفات نہیں سمجھا گیا، خواہ اس نے دسیوں کتابیں کیوں نہ پڑھ لی ہوں!!

استاد کے بغیر بھٹکنے کے خطرات

استاذ کے بغیر کتابوں سے علم حاصل کرنے میں ہر وقت بھٹکنے کے خطرات ہوتے ہیں، اسی وجہ سے علماء ہمیشہ بہت سختی کے ساتھ اس سے منع کرتے رہے اور اس کی سخت مذمت کرتے رہے۔

---

(۱) دیکھیے بخاری رقم: ۸۱ و ۸۵ و مسلم ۲۶۷۱

(۲) سنن النسائی الکبری ۴/ ۵، سنن النسائی الصغری (جو صحاح ستہ میں شامل ہے) میں اس جگہ یظهر القلم کے بجائے یظهر العلم آیا ہے، یعنی علم کی ظاہری صورت جس کو قلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قلم کی روایت کی تائید مسند احمد (۱/ ۴۰۸) کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ظہور القلم کا لفظ وارد ہوا ہے۔)

عبداللہ بن مبارک کی تنبیہ

حضرت عبداللہ بن مبارک اس خطرے سے متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

مثل الذی یطلب أمر دینیہ بلا أستاذ، کمثل الذی یرتقی السطح بلا سلم(۱)

یعنی جو بلا استاد دین کی باتیں حاصل کرتا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھنے کی کوشش کرے۔

امام شافعی کا ارشاد

امام شافعی کا قول ہے: من تفقہ من بطون الکتب ضیّع الأحکام (۲) یعنی جو کتابوں سے فقہ کی تعلیم حاصل کرے گا وہ احکام کو بگاڑ دے گا۔

ابوحیان اندلسی کی مذمت

ابوحیان اندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) کثرت سے یہ اشعار پڑھتے تھے جو انھی کے ہیں:

یظن الغمر ان الکتب تحدی　　أخا فہم لادراک العلوم

ومایدری الجہول بأن فیہا　　غوامض حیرت عقل الفہیم

اذا رمت العلوم بغیر شیخ　　ضللت عن الصراط المستقیم

وتلتبس الامور علیک حتی　　تصیر اضل من "توما الحکیم" (۳)

ناتجربہ کار سمجھتا ہے کتابیں سمجھدار آدمی کے لیے علوم حاصل کرنے میں فائدہ دیتی ہیں، نادان نہیں جانتا کہ کتابوں میں بہت سے دقیق اور دشوار مباحث ہوتے ہیں جن کے سامنے سمجھدار اور ذہین آدمی بھی حیران وششدر رہ جاتا ہے۔ اگر تم بغیر شیخ اور استاذ کے علم حاصل کرنے کا خیال کروگے تو راہ راست سے بھٹک جاؤگے اور گمراہ ہو جاؤگے۔ اور

---

(۱) أدب الإملاء والاستملاء (۱/۱۱۵)، بعض کتابوں میں بلا استاذ کے بجائے بلا اسناد آیا ہے۔

(۲) تذکرۃ السامع والمتکلم (ص: ۹۰)　　(۳) طبقات الشافعیۃ الکبری (۹/۲۸۶)

معاملات تم پر گڈمڈ ہو جائیں گے اور الجھ جائیں گے یہاں تک کہ تم حکیم توما سے بڑھ کر راہ راست سے دور ہو جاؤ گے۔(۱)

ابن حجر ہیتمی کی نکیر

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی (متوفی ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

كان كل من أخذ العلم عن السطور ضالاً مضلاً (۲) یعنی جو بھی کتابوں سے علم حاصل کرے گا وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کردے گا۔

بلا استاد علم حاصل کرنے والوں کو امام ابوحنیفہ کا خاطر میں نہ لانا

امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ مسجد میں کچھ لوگ حلقہ بنائے فقہی مسائل میں غور کررہے ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے پوچھا کہ ان کا کوئی استاد اور بڑا بھی ہے، لوگوں نے کہا: نہیں، امام ابوحنیفہ نے فرمایا: تب تو یہ لوگ کبھی تفقہ حاصل نہیں کرسکتے۔(۳)

امام احمد کا ایسے شخص سے بات کرنے سے انکار کرنا

ہمارے علمائے سلف ایسے شخص کو بالکل خاطر میں نہیں لاتے تھے اور اس سے بحث تک کرنے کے روادار نہیں ہوتے تھے جس نے صرف کتابوں سے علم حاصل کیا ہو اور اس کے اساتذہ اور شیوخ نہ ہوں۔

اسی قماش کے ایک صاحب تھے جو ابن ابی دؤاد کہلاتے تھے، خلیفہ معتصم نے ان کو قاضی بنا رکھا تھا، اسی شخص کی وجہ سے اس زمانے میں اہل سنت پر صدہا مصیبتیں آئیں اور امام اہل سنت احمد بن حنبل سخت ترین آزمایش سے گزرے۔ معتصم نے ایک موقع پر امام احمد سے کہا ذرا ابن ابی دؤاد سے بات کرکے دیکھیے۔ امام احمد نے رخ پھیر لیا اور فرمایا

---

(۱) کہتے ہیں کہ توما ایک فلسفی تھا مگر وہ اس فلسفیانہ عقل کے باوجود نہایت غیر معقول اور غلط فتوے دیتا تھا

(۲) الفتاوى الحديثية، ص:۲۷

(۳) الفقیہ والمتفقہ ۱/۱۶۳

میں کیسے بات کروں ایسے شخص سے جس کو میں نے کبھی کسی عالم کے در پر نہیں دیکھا؟!(۱)

بلا استاذ علم حاصل کرنے والوں کو بولنے کا حق نہیں

قاضی عیاض نے ایک مالکی عالم ابوجعفر الداوودی الاسدی (المتوفی ۴۰۲ھ) کے تذکرے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے معاصر علمائے قیروان پر بنوعبید کی سلطنت میں رہنے کی وجہ سے نکیر کرتے تھے، ایک دفعہ انھوں نے ان کی خدمت میں اس سلسلے میں لکھا تو انھوں نے جواب میں صرف اتنا لکھا اور ان سے زیادہ گفتگو ہی مناسب نہیں سمجھی: اسکت لاشیخ لک یعنی آپ خاموش رہیے آپ کو بولنے کا حق نہیں اس لیے کہ آپ کا کوئی شیخ اور استاذ نہیں۔

اس پر قاضی عیاض نے نوٹ چڑھاتے ہوئے لکھا ہے: اس لیے کہ انھوں نے خود سے علم حاصل کیا تھا، اور اکثر علوم میں کسی مشہور عالم کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کر کے کمال نہیں پیدا کیا تھا۔ جو کچھ تھا اپنی ذہانت کا نتیجہ تھا۔ تو یہ علماء اس جواب سے ان سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ اگر ان کا کوئی استاذ ہوتا تو فقہ کی حقیقت انھیں سمجھاتا اور وہ جانتے کہ ان کا وہاں رہنا ہی مصلحت ہے اسی میں وہاں کے عام مسلمانوں کی بقا اور ایمان کی حفاظت ہے۔(۲)

ابن مالک نحوی پر ابوحیان کا نقد

ابن مالک اندلسی (متوفی ۶۷۲ھ) مشہور نحوی ہیں ان کی ''الفیۃ'' سے ہزاروں لوگوں نے فائدہ اٹھایا، لیکن اس فن کے بعض ماہرین ان کو صرف اس وجہ سے قبول نہیں کرتے تھے کہ ان کے شیوخ نہیں ہیں۔ چناں چہ ابوحیان اندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) کے سامنے جب ابن مالک کا تذکرہ ہوتا تو وہ کہتے " این شیوخه " ؟ ان کے اساتذہ اور شیوخ کہاں ہیں، ان کا تو کہیں پتا ہی نہیں تو پھر ان کا کیا اعتبار کیا جائے!(۳)

سوچنے کی بات ہے قرآن وحدیث کا کوئی معاملہ نہیں، احکام ومسائل کی کوئی

---

(۱) الالماع للقاضی عیاض، ص:۱۳۰

(۲) ترتیب المدارک ۴/۶۲۳

(۳) دیکھیے حلیۃ طالب العلم للشیخ بکر بن عبداللہ ابوزید، ص:۳۲-۳۳

بات نہیں، نحو کی بات ہے اور اس کے اکثر مسائل میں وہ دوسرے نحویوں سے اتفاق کرتے ہیں، صرف چند مسائل ہیں جن کو ماننے سے دین پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا، اس سب کے باوجود ابو حیان کو انھیں قبول کرنے میں تردد ہے! تو قرآن وحدیث اور فقہی مسائل کے سلسلے میں کتنی سخت احتیاط کی ضرورت ہے!!

بلا استاد طب حاصل کرنے والے پر ذہبی وغیرہ کی تنقید

علی بن رضوان مصری (متوفی ۴۵۳ھ) اپنے زمانے کے مشہور طبیب تھے، امام ذہبی ان پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں ان کا کوئی استاذ نہیں تھا، خود کتابوں سے انھوں نے طب کی تعلیم حاصل کی تھی اور انھوں نے ایک کتاب لکھی کہ کتابوں کے ذریعے فن میں کمال پیدا کیا جاسکتا ہے اور انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ کتابیں معلموں سے زیادہ فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

بغیر استاد علم حاصل کرنے کی علماء کی طرف سے نکیر

اس کا تذکرہ کر کے ذہبی لکھتے ہیں: وھذا غلط (۱) یعنی یہ بات صحیح نہیں ہوسکتی کہ بغیر اساتذہ کے کتابوں سے علمی کمال حاصل ہوسکے!!

صفدی، زبیدی اور متعدد علماء نے اس خیال کی سخت تردید کی ہے۔(۲) علماء نے لکھا ہے کہ کسی بھی علم کے حصول میں صرف کتابوں کا سہارا نہ لیا جائے، بلکہ اس فن کے ماہرین سے رجوع کیا جائے۔(۳) بلکہ ہمارے علماء کتابوں سے علم حاصل کرنے کو ایسا ہی سمجھتے تھے جیسے اس نے کچھ حاصل ہی نہیں کیا، شیخ کمال الدین محمد بن محمد الشمنی (متوفی ۸۲۱ھ) فرماتے ہیں:

من یأخذ العلم عن شیخ مشافهة　　یکن من الزیف والتصحیف فی حرم

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۰۵)

(۲) دیکھیے الوافی بالوفیات اور اتحاف السادۃ المتقین ۱/۶۶)

(۳) دیکھیے تذکرۃ السامع والمتکلم ص:۱۰۷)

ولا تأخذه من صحف فترمي من التصحيف بالداء العضال (۱)
یعنی جو براہ راست شیخ اور استاذ سے علم حاصل کرتا ہے وہ کھوٹ اور غلطیوں سے محفوظ رہتا ہے، اور جو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے تو اہل علم کے نزدیک اس کا علم اور عدم علم (جہالت) برابر ہے۔

تفقہ کے لیے طول صحبت کی ضرورت

ہمارے علماء ذہن کی کجی دور ہونے کے لیے استاد سے پڑھنے کو بھی کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ طول صحبت ضرور قرار دیتے تھے اور علماء کی صحبت جتنی طویل ہوتی اسی حیثیت سے اس کے مقام کی تعیین ہوتی اور اس چیز کو آدمی کے فقیہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا۔ یہ خیال بعد کی ایجاد نہیں بلکہ قرن اول کی پیداوار اور صحابہ کی میراث ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ جو صحابہ میں علم وحکمت میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، فرماتے ہیں من فقه الرجل ممشاه ومدخله ومخرجه مع أهل العلم. (۲) یعنی یہ آدمی کے فقیہ ہونے کی دلیل ہے کہ اس کا چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا اہل علم کے ساتھ ہو۔

سیرت اور تذکرے کی کتابوں میں دسیوں بیسیوں علماء کے بارے میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ دس دس بیس بیس بلکہ تیس تیس اور چالیس چالیس سال اپنے شیخ کی خدمت میں رہے۔ اس کی تفصیل سے بات طویل ہو جائے گی۔ یہ اشارہ ہم کافی سمجھتے ہیں۔

علماء سے عدم تعلق، انحراف کا سبب

اور تو اور علامہ ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) جو مشہور علماء میں سے ہیں اگرچہ انھوں نے متعدد مسائل میں جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے الگ راہ اختیار کی ہے، لیکن فی الجملہ حدیث وفقہ میں ان کی امامت لوگوں نے تسلیم کی ہے مگر صرف اس وجہ

---

(۱) الضوء اللامع ۹/۷۵

(۲) الزہد لعبداللہ بن المبارک، رقم: ۹۸۸، والتاریخ الکبیر للبخاری ؟؟؟/۲/۲۳۹، والحلیۃ لابی نعیم ۱/۲۱۱، وجامع بیان العلم لابن عبدالبر ۱/۵۱۰

سے ان کی تنقید کی گئی ہے کہ انھوں نے شیوخ کی طویل صحبت اختیار کر کے ان کے آداب واخلاق نہیں سیکھے۔(۱)

اس بات کا تذکرہ کرنے سے پہلے شاطبی نے ایک بڑے پتے کی بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کہیں بھی کوئی منحرف فرقہ پایا جائے یا مخالفِ سنت کوئی فرد نظر آئے وہاں آپ دیکھیں گے کہ اپنے زمانے کے مشہور ومعتبر علماء سے ان کا رابطہ نہیں ہوتا اور وہ ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور قابل تقلید نہیں سمجھتے۔

کتابوں پر اعتماد اور غلطیوں کے امکانات

اسی وجہ سے ہمیشہ علماء ان لوگوں کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے جن کی زیادہ تر علم کی بنیاد کتابیں ہوں، شیوخ نہ ہوں۔ عبدالملک بن حبیب مالکی اندلسی (متوفی ۲۸۳ھ) بہت مشہور علماء میں ہیں، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اندلس میں حدیث کا علم وہی لائے، لیکن کا علم زیادہ تر کتابوں کی بنیاد پر تھا۔ یعنی اگرچہ ان کے مشائخ تھے، امام مالک اور امام لیث کے متعدد تلامذہ سے انھوں نے پڑھا تھا لیکن حدیث کا علم اتقان کے ساتھ مشائخ کے سامنے نہیں پڑھا تھا۔ طرق ورجال کا انھیں علم نہیں تھا۔ اس معاملے میں ان سے بڑی غلطیاں ہوئیں اس لیے علمائے زمانہ ان کو پسند نہیں کرتے تھے۔(۲)

حافظ ابوالقاسم ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فانك لن ترى للعلم شيئاً　　　تحققه كأفواه الرجال

فكن يا صاح ذا حرص عليه　　　وخذه عن الشيوخ ملاملال

ولا تأخذه من صحف فترمى　　　من التصحيف بالداء العضال (۳)

تمھیں لوگوں کی زبانوں کی طرح کوئی چیز ہرگز ایسی نظر نہ آئے گی جو علم کو بروے

(۱) دیکھیے الموافقات للشاطبی ۱/۳۷

(۲) دیکھیے سیر اعلام النبلا ۱۲/۱۰۳-۱۰۶

(۳) وفیات الاعیان ۳/۳۱۰

کارلا سکے، پس بھائی! ایسے علم کا اپنے اندر شوق پیدا کرو اور پورے ذوق کے ساتھ بے تکان شیوخ سے علم حاصل کرو، اور کتابوں سے مت علم حاصل کرنا کہ کہیں تم غلطیاں کر کے سخت مصیبت میں نہ پڑ جاؤ۔

کتابوں سے علم حاصل کرنے والوں سے سیکھنے کی ممانعت

غلطیوں کے امکان ہی کی وجہ سے ہمارے علماء، اساتذہ کے بغیر کتابوں پر اعتبار کرنے سے روکتے رہے۔

بعض تابعین اور تبع تابعین کی ہدایات

سلیمان بن موسیٰ اموی دمشقی (متوفی ۱۱۹ھ) جن کا شمار تابعین میں ہے فرماتے ہیں: لاتقرؤا القرآن علی المصحفیین، ولاتأخذوا العلم من الصحفیین. (۱)

یعنی بغیر مصحف دیکھ کر قرآن سیکھنے والوں سے قرآن نہ پڑھو، نہ کتابوں کے سہارے علم حاصل کرنے والوں سے علم سیکھو۔

ان کے شاگرد سعید بن عبدالعزیز التنوخی الدمشقی (متوفی ۱۶۷ھ) کا قول امام ذہبی نے نقل کیا ہے: لایوخذ العلم من صحفی (۲) یعنی اساتذہ کے بغیر کتابی علم والے سے علم حاصل نہیں کیا جاتا۔

ثور بن یزید حمصی (متوفی ۱۵۳ھ) جو تبع تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں: لایفتی الناس الصحفیون یعنی کتابوں سے علم حاصل کرنے والے لوگوں کو مسئلہ نہ بتائیں۔

امام ابوزرعہ رازی (متوفی ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں: لایفتی الناس صحفی، ولایقرئهم مصحفی (کتابیں دیکھ کر علم حاصل کرنے والا فتویٰ نہ دے، نہ مصحف دیکھ کر قرآن سیکھنے والا کسی کو قرآن پڑھائے۔(۳)

---

(۱) الفقیہ والمتفقہ ۱/۱۹۳

(۲) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۴

(۳) ان دونوں اقوال کے لیے دیکھیے الفقیہ والمتفقہ ۱/۱۹۴

امام مالک کی تاکید

امام مالک سے سوال کیا گیا: کیا علم اس شخص سے حاصل کیا جا سکتا ہے جس نے علم کی تحصیل نہ کی ہو اور نہ علماء کی صحبت اٹھائی ہو؟ فرمایا: نہیں، پھر پوچھا گیا کہ اگر وہ صحیح اور ثقہ آدمی ہے مگر حافظہ اچھا نہیں اور نہ پوری سمجھ ہے کیا اس سے علم حاصل کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا علم صرف اسی سے حاصل کیا جا سکتا ہے جو علم کو محفوظ رکھتا ہو اور اس نے علم کی تحصیل میں جدوجہد کی ہو اور علماء کی صحبت میں وقت گزارا ہو، وہ سمجھدار ہو اور علم پر عمل کرنے والا ہو اور اس کے ساتھ متقی اور پرہیزگار ہو۔(۱)

علماء سے پوچھے بغیر صرف کتابوں میں دیکھ کر عمل کرنا یا فتویٰ دینا جائز نہیں

اختلافی مسائل کو کتابوں میں دیکھتے ہوئے بغیر پوری مہارت اور کمال کے، علماء سے پوچھے بغیر کسی بات کو اختیار کرنا جائز نہیں۔ امام احمد سختی کے ساتھ فرماتے تھے: اگر کسی کے پاس ایسی کتابیں ہوں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اور صحابہؓ و تابعین کے اختلافات بھی مذکور ہوں مگر وہ شخص حدیث اور علوم حدیث کا گہرا علم نہیں رکھتا تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے یا جو چاہے مسئلہ اختیار کرے اور اس پر عمل کرنے لگے یا اس کے مطابق لوگوں کو مسئلہ بتانے لگے، کوئی بات جائز نہیں ہے جب تک کہ اہل علم سے رجوع کر کے معلوم نہ کر لے کہ ان میں سے کیا بات لی جائے گی اور کس پر عمل کیا جائے گا تاکہ اس کا عمل صحیح ہو جائے۔(۲)

امام نووی کی بات ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں: کوئی دس کتابوں میں ایک مسئلہ دیکھے تب بھی اس کو اس کے مطابق فتویٰ دینا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس کا احتمال ہے کہ یہ سب کتابیں قول ضعیف کی بنیاد پر ہوں(۳) یعنی جب تک مسئلے کے سارے متعلقات کا علم نہ

---

(۱) دیکھیے اسعاف المبطأ فی معرفۃ رجال الموطأ، ص: ۱۸۰

(۲) الفقیہ والمتفقہ ۱/۱۹۴ نیز دیکھیے اعلام الموقعین، ص: ۴۰

(۳) دیکھیے ؟؟؟ الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر المکی، ص: ۴۷

ہوتو فتویٰ دینا جائز نہیں۔ خواہ دس کتابوں ہی میں کیوں نہ دیکھ لے۔

تو کہاں ہیں متعلقات کا علم نہ رکھنے کے باوجود ایک آدھ کتاب میں مسئلہ دیکھ کر اس کا پرچار کرنے والے؟!!

جو علماء کی صحبت میں وقت گزارے بغیر یا کم سے کم ضرورت کے وقت ماہرین سے رجوع کیے بغیر علم میں زبان کھولتے ہیں وہ اپنے کو بھی خطرے میں ڈالتے ہیں اور ملت کو بھی۔ علامہ ابن خلدون نے اس سلسلے میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شیوخ اور اساتذہ کے بغیر خود سے علم حاصل کرتے ہیں تو زمانہ ان کو سبق سکھاتا ہے، وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اور ان کے معاملات میں خلل ہوتا ہے۔(۱)

علماء اور فقہاء کے قریب رہائش اختیار کرنے کی تاکید

اسی لیے پہلے لوگ تاکید کرتے تھے کہ علماء اور فقہاء کے قریب رہیں، تاکہ صحیح دین پر عمل ہو اور آدمی ٹھوکر کھانے سے محفوظ رہے۔

عبداللہ بن ابی موسیٰ التستری جو امام اوزاعی کے شاگردوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں مجھ سے کہا گیا تھا: حیثما کنت فکن قرب فقیہ (۲) یعنی جہاں بھی رہو فقیہ کے قریب رہنا۔

امام شافعی تاکید کرتے تھے کہ ایسے شہر میں سکونت مت اختیار کرو جہاں کوئی عالم نہ ہو جو تمھیں دین کے بارے میں بتائے اور جہاں کوئی طبیب نہ ہو جو تمھارے جسمانی امراض کا علاج کرے۔(۳)

اساتذہ کی ضرورت کے وجوہ و اسباب

حقیقی علم کے لیے شیوخ اور اساتذہ کی ضرورت اور صرف کتابوں پر اعتماد نہ

---

(۱) مقدمہ ابن خلدون ۳/۹۲۰

(۲) التاریخ الکبیر لابن أبی خیثمہ، ص: ۶۳۰، رقم: ۱۴۷۷

(۳) دیکھیے آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم، ص: ۲۴۴، ومناقب الشافعی للبیہقی ۲/۱۱۵

کرنے کی تاکید کے کئی وجوہات ہیں جن کو سابقہ تفصیل سے سمجھا جا سکتا ہے تاہم مزید توضیح کے لیے ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ کتابوں میں تحریف اور تصحیف کے امکانات ہر وقت ہوتے ہیں اس لیے بات کچھ کی کچھ ہو سکتی ہے۔ کوئی یہ کہے کہ پہلے خط صاف نہیں ہوتا تھا اب کمپیوٹر کا زمانہ ہے اس لیے ایسا نہیں ہوتا تو جس کو اس میدان کا تھوڑا سا بھی تجربہ ہے وہ جانتا ہے کہ آج یہ خطرات پہلے سے بہت بڑھ گئے ہیں۔

۲۔ اگر تصحیح کا آخری درجے میں اہتمام کیا جائے تب بھی کتابیں کافی نہیں ہو سکتیں، بعض عبارتیں پیچیدہ ہوتی ہیں اور بعض مسائل دشوار ہوتے ہیں اور مطالعے کے دوران میں اشکالات ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ماہر استاد ان کو حل نہ کرے تو اس کا دماغ الجھ کر رہ جائے گا۔

۳۔ اگر عبارتوں میں کوئی پیچیدگی اور ژولیدگی نہ ہو، بات بالکل صاف صاف اور واضح ہو تب بھی کافی نہیں، اس لیے کہ ان سیاہ حروف سے اس کے اخلاق کہاں سنوریں گے جب تک اس نے علمائے ربانیین کی صحبت نہ اٹھائی ہو۔ علماء کی صحبت سے لازمی طور پر وہ ان کا ادب کرے گا اور پھر ان سے آداب و اخلاق سیکھے گا اور اسی پر اس کی نشوونما ہوگی۔ اور عملی زندگی میں قدم رکھے گا تو وہ ان کا نقش ثانی ہوگا۔

اساتذہ کے بغیر علم حاصل کرنے کے مضر اثرات

ہمارے علماء کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے آپس میں شدید علمی اختلافات کے باوجود کیسے ایک دوسرے کا ادب ملحوظ رکھا اور دوسروں کی آراء کی تردید میں کیسی مہذب زبان استعمال کی، اگر اس کے خلاف کہیں نظر آئے تو اکثر اس کا سبب طویل صحبت کی کمی ہوگی۔ مگر آج علمائے ربانیین کی صحبت سے محروم، کتابوں کے سہارے علم حاصل کرنے والے ائمہ سلف کے خلاف کوئی رائے اختیار کرتے ہیں جس کا انھیں واللہ کوئی حق بھی نہیں۔ تو سارے آداب و اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر طعن و تشنیع کے کیسے تیر برساتے ہیں

اورتلوار کی طرح کاٹنے والی کیسی زبان استعمال کرتے ہیں۔

یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ سلف کے خلاف زبان کھولی جائے۔(۱)

بغیر اساتذہ کے علم حاصل کرنے والے سے علم حاصل کرنا قیامت کی نشانی ہے

بلکہ یہ بھی قیامت کی نشانی ہے کہ ایسے لوگوں کا اعتبار کیا جائے اوران سے علم حاصل کیا جائے۔حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے صاف فرمایاأن یلتمس العلم عندالاصاغر (۲) کہ علم چھوٹوں سے طلب کیا جائے،اورخودابن مبارک نے اصاغر کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ جواپنی عقل وخیال سے بات کریں یعنی جن کا کوئی استاداورسلسلۂ اسنادنہ ہو،لیکن کوئی چھوٹی عمر کا بھی بڑی عمر والے سے سیکھے وہ چھوٹا نہیں ہے۔

اوراس حدیث کی تائید وتشریح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بھی قابل ذکر ہے فرماتے ہیں:

لایزال الناس بخیر ماأخذوا العلم عن أکابرھم، فاذا اخذوہ عن صغارھم وشرارھم ھلکوا.(۳)

یعنی لوگ برابر خیر میں رہیں گے اوران کے حالات ٹھیک رہیں گے جب تک علم بڑوں سے حاصل کرتے رہیں، اگر چھوٹوں سے اوربُرے لوگوں سے علم حاصل کرنے لگیں گے تو تباہ ہوجائیں گے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ بڑے اور چھوٹے سے یہاں عمر مراد نہیں ہے۔صحابہ

---

(۱)دیکھیے سنن ترمذی کتاب الفتن،رقم:۲۲۱۰و۲۲۱۱

(۲)اخرجہ ابن المبارک فی الزہد،رقم:۶۱،والطبرانی فی الکبیر۲۲/۳۶۲

(۳)اخرجہ ابن المبارک فی الزہد،رقم:۸۱۵وعبدالرزاق فی المصنف۱۱/۲۴۵،وأبونعیم فی الحلیۃ۸/۴۹ وابن عبدالبر فی جامع بیان العلم۱/۶۱۶

وتابعین اور سلف صالحین کے طرزِ عمل سے اس کا پتا چلتا ہے۔ چھوٹے سے مراد وہ ہے جس کے پاس بڑوں سے پہنچا ہوا علم نہ ہو، اور بڑے سے مراد وہ ہے جس کے پاس بڑوں سے علم پہنچا ہو۔ چناں چہ ابن عبدالبر نے اس طرح کی حدیثیں نقل کرنے کے بعد اخیر میں علماء کا یہ قول نقل کیا ہے: الجاهل صغير وان كان شيخاً، والعالم كبير وان كان حدثاً۔ (۱) جاہل چھوٹا ہے خواہ عمر میں بڑا بوڑھا کیوں نہ ہو اور عالم بڑا ہے خواہ نوعمر ہو۔

ماہر اساتذہ سے علم حاصل کرنے کی ضرورت پر امت کا اتفاق ہے

امام شاطبی نے اپنی کتاب موافقات میں ماہر اساتذہ سے علم حاصل کرنے کی ضرورت پر اتفاق نقل کرتے ہوئے اس کے متعلقات پر نہایت خوبی کے ساتھ مفصل گفتگو کی ہے (۲)۔

گزشتہ اوراق میں متعدد علماء کی جو تصریحات ہم نے نقل کی ہیں اس سے اس اجماع کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

علم کی نادانوں کے ہاتھوں کھلواڑ بننے سے کیسے حفاظت کی جائے

امت کے اس اجماع کی رعایت اور اس کی حفاظت اور اس علم کو جاہلوں کے ہاتھوں کھلواڑ نہ بننے دینا ہر غیرت مند مسلمان کی ذمہ داری ہے، اس کے لیے تین کام کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ معاشرے میں علماء کی اہمیت اور ان سے براہ راست علم حاصل کرنے کی ضرورت کا اتنا پرچار کریں کہ سارے مسلمانوں کے کان کھڑے ہو جائیں اور وہ اس سلسلے میں سوچنے پر مجبور ہو جائیں۔

۲۔ کسی ایسے شخص کی ہرگز ہمت افزائی نہ کریں جس نے علماء سے استغنا کے ساتھ یا اساتذہ کی تعلیم وتربیت کے بغیر چند کتابوں کے سہارے کچھ معلومات حاصل کر لی ہوں۔ نہ اس کی بات پر کان دھریں، نہ اس کے درس میں شریک ہوں نہ اس کو خاطر میں لائیں۔

۳۔ اگر کسی ایسے شخص کی طرف سے کوئی نئی بات آتی ہو تو فوراً معتبر علماء سے

---

(۱) جامع بیان العلم ۱/ ۶۱۷

(۲) دیکھیے الموافقات ۱/ ۷۰-۷۹

رجوع کریں اور اپنے دین کی حفاظت کا انتظام کریں۔

بلا اہلیت علمی میدان میں قدم رکھنے والوں سے چند گزارشات

اب اخیر میں ہم پوری دردمندی کے ساتھ ان لوگوں سے کچھ کہنا چاہتے ہیں جو علم کی اہلیت نہیں رکھتے، جن کے علم کی کل کائنات صرف چند کتابوں کا مطالعہ ہے، مگر اس کے باوجود اپنے تئیں علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں، اور خود کو دین کے ٹھیکیدار باور کراتے ہیں وہ اپنی اور دوسروں کی تباہی کا سامان کر رہے ہیں، خدارا وہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنی ان حرکتوں سے باز آجائیں۔

۱۔ اگر تفسیر یا حدیث یا فقہی مسائل کے سلسلے میں درس دینے کی ضرورت ہو تو معتبر اور متفق علیہ علماء کی کتاب پڑھ کر سنائیں اور اپنی طرف سے تشریح نہ کریں۔

۲۔ سلف صالحین اور ائمہ سابقین کی عظمت اور عقیدت اپنے دل میں جاگزیں کرنے کی کوشش کریں، اور ان کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر لانے میں احتیاط کریں اور علمائے معاصرین کا بھی پورا احترام ملحوظ رکھیں، اور اپنے کو ان کا محتاج سمجھیں اور یقین کریں کہ اسی میں دین و دنیا کی سلامتی ہے۔ اور اس کے برعکس معاملے میں دین و دنیا کی تباہی ہے۔

امام بدر الدین ابن جماعہ کے بقول: اپنے کو بنظر استحسان دیکھنے اور علماء و مشائخ سے بے پروائی برتنے سے باز آجائیں، اس لیے کہ یہ عین جہل اور نادانی کی دلیل ہے، اس سے جو حاصل ہوگا اس سے زیادہ نقصان ہوگا۔(۱)

۳۔ کسی معاشرے میں آپ رہتے ہوں اور وہاں دین کی کوئی چیز رائج ہو جس کے دلائل علماء کے علم میں ہوں۔ اس کے خلاف بالکل نہ بولیں، یہ کم علمی اور جہالت کی بات ہے اس سے انتشار و اضطراب پیدا ہوگا، بہت پہلے علماء نے کہا تھا۔

لو سکت من لا یعلم سقط الاختلاف (۲) یعنی اگر علم نہ رکھنے والا خاموش

---

(۱) تذکرۃ السامع والمتکلم ص:۱۱۲

(۲) جامع بیان العلم ۱/۵۸۴

رہے تو اختلاف وانتشار سب ختم ہوجائے۔

بغیر استاذ علم حاصل کرنے اور بلا مہارت کسی فن میں دخل دینے کی مذمت

امام شافعی کی یہ بات قابل غور ہے۔ وقد تكلم في العلم من لو أمسك عن بعض ما تكلم فيه منه لكان الامساك أولى به، وأقرب من السلامة له ان شاء الله(۱).

اس کا مطلب یہ ہے کہ علم میں کچھ ایسے لوگ کلام کرتے ہیں کہ اگر وہ ان باتوں سے خاموش رہیں تو ان کے حق میں بہتر ہو اور سلامتی کا باعث ہو۔

نیز ایک راوی پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اذا مدح الرجل بغير صناعته فقد وهص. (۲) اس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کو جو میدان نہ ہو اس میں اس کو گھسیٹا جائے اور اس کو مرد میدان ثابت کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کی حقیقت کھل جاتی ہے اور حیثیت معلوم ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر نے اسی بات کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے "اذا تكلم المرء في غير فنه أتى بهذه العجائب". (۳) یعنی اگر کوئی شخص اپنے فن کے علاوہ دوسرے فن میں زبان کھولے تو ایسی ہی عجیب باتیں سامنے آتی ہیں۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: من طلب الرياسة في غير حينه، لم يزل في ذل ما بقي یعنی جو بے موقع اور بے وقت کوئی حیثیت حاصل کرنے کی کوشش کرے تو ہمیشہ اس کی بے عزتی ہوتی ہے، اور اس کی اوقات معلوم ہوتی ہے۔

مشہور بزرگ حضرت شبلی فرماتے ہیں: من تصدر قبل أوانه، فقد تصدى

---

(۱) الرسالہ، ص: ۴۱

(۲) آداب الشافعی ومناقبہ لابن أبی حاتم، ص: ۱۷۱، وھص أی دق عنقه

(۳) دیکھیے التعالم واثرہ علی الفکر والکتاب للشیخ بکر بن عبداللہ ابو زید، ص: ۴۰

لهوانہ یعنی جو قبل از وقت بڑا بننے کی کوشش کرے تو وہ اپنی رسوائی کا سامان کرتا ہے۔(۱)

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں: لا آفة علی العلوم و أهلها، أضر من الدخلاء فيها، وهم من غير أهلها، فانهم يجهلون، ويظنون أنهم يعلمون، ويفسدون ويقدرون أنهم يصلحون.(۲)

یعنی علوم اور ان علوم کے ماہر علماء کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں کہ نااہل لوگ اس میں دخل دینے لگتے ہیں وہ جاہل ہوتے ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ علم رکھتے ہیں، بگاڑتے ہیں اور یہ خیال قائم کرتے ہیں کہ درست کر رہے ہیں۔

اور بغیر استاد کے علم میں دخل دینے کی حقیقت وہی ہے جیسا کہ بہت پہلے کسی نے کہا تھا من دخل في العلم وحده، خرج وحده (۳) یعنی جو بغیر استاد کے طلب علم میں لگے گا اسے کچھ نہ آئے گا، اس لیے کہ علم ایک ہنر ہے بغیر ماہر کی رہنمائی کے نہیں آسکتا۔

بغیر استاد علم حاصل کرنے اور بلا مہارت کسی فن میں زبان کھولنے اور اس میں دخل دینے کی مذمت میں ہمارے علمائے سابقین کے دسیوں اقوال ہیں۔

مشتے نمونہ از خروارے چند ہم نے یہاں نقل کردیے ہیں۔

علمی معاملات میں زبان کھولنے کی شرطیں

جاننا چاہیے کہ علمی معاملات میں (خواہ کسی علم سے اس کا تعلق ہو) زبان کھولنے کے لیے پانچ شرطیں ہیں:

۱۔ معتبر عالم یا علماء سے تعلیمی و تربیتی استناد کا جو سلسلہ رکھتا ہو، اس نے ان سے علم

---

(۱) دونوں اقوال کے لیے دیکھیے تذکرۃ السامع والمتکلم ،ص:۵۸

(۲) الاخلاق والسیر ،ص:۶۷

(۳) دیکھیے الجواہر والدرر للسخاوی ۱/ ۵۸

حاصل کیا ہو اور ان کی صحبت میں کچھ وقت گزارا ہو۔

۲۔اس علم کے اصول ومبادی سے وہ پورا واقف ہو۔

۳۔جو بات کہنا چاہتا ہو اس کو پوری طرح ادا کرنے پر قادر ہو۔

۴۔اس کی بات کے جو نتائج ہوں گے وہ اس کے علم میں ہوں۔

۵۔اس کی بات پر وارد اشکالات اور شبہات کا وہ جواب دے سکتا ہو۔(۱)

یہ شرائط پورے ہوں تو زبان کھولے، ورنہ خاموش رہیے، اسی میں نجات ہے۔اور دعا کرتے رہیے، ہم بھی آپ کے ساتھ دعا کرتے ہیں: ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب. اللّٰهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه، وصلى اللّٰه على نبيه الكريم وآله وصحبه اجمعين، وما علينا الا البلاغ المبين وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين.

(۱) دیکھیے الموافقات ۱/۷۰-۱۷

مصادرومراجع

(۱)آداب الشافعي و مناقبه،لابن أبي حاتم :أبي محمد عبدالرحمن بن أبي حاتم الرازي (ت: ۳۲۷ھ)تحقيق عبد الغني عبدالخالق ،مكتبة الخانجي،القاهرة

(۲)اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين ، لمحمد مرتضى الزبيدي (ت: ۱۲۰۵ھ) دار الفكر، بيروت–لبنان

(۳)الأخلاق و السير، لابن حزم : علي بن احمد بن سعيد بن حزم ابو محمد الأندلسي(ت: ٤٥٦ ھ)تحقيق : عادل ابو المعاطي ، دارالمشرق العربي، القاهره، الطبعة الأولى ١٤٠٨ھ/١٩٨٨م

(۴)أدب الإملاء والاستملاء، للسمعاني: أبي سعد عبدالكريم بن محمد السمعاني (ت:٥٦٢)تحقيق:احمد محمد عبد الرحمن محمد محمود، جدة،١٤١٤ھ/٢٠٠٠م

(۵)أدب الطلب و منتهى الأرب، لمحمد بن علي الشوكاني (ت: ١٢٥٠ھ) تحقيق: يوسف علي بديوي و حسن السماحي سويدان، داراليمامه دمشق و بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ/٢٠٠٠م

(٦)اسعاف المبطأ برجال الموطأ، للسيوطي : جلال الدين عبد الرحمن بن ابي بكر السيوطي (ت: ٩١١ھ) تحقيق : موفق فوزي جبر ، دار الهجرة، دمشق و بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ھ/١٩٩٠م

(۷)اعلام الموقعين عن رب العالمين ،لابن القيم: شمس الدين محمد بن أبي بكر الزرعي الدمشقي (ت: ٧٥١ھ) تحقيق رائد بن صبري ،دارطيبة، الرياض ،الطبعة الاولى ١٤٢٧ھ/٢٠٠٦م

(۸)الالماع الى معرفة أصول الرواية وتفسير السماع، للقاضي عياض (ت:٥٤٤ھ) تحقيق: أحمد فريد المزيدي، دار الكتب العلمية، بيروت۔ لبنان، الطبعة الاولى ٢٠٠٤م/١٤٢٥ھ

(٩)تاريخ بغداد، للخطيب البغدادي: أحمد بن علي بن ثابت ابو بكر الخطيب البغدادي(ت: ٤٦٣هـ) دار الكتب العلمية، بيروت
(١٠)التاريخ الكبير، للبخاري: محمد بن اسماعيل البخاري (ت: ٢٥٦هـ) تحقيق: السيد هاشم الندوي، دار الفكر، بيروت(طبعة مصوره عن طبعة دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد، ١٣٦٠هـ)
(١١)التاريخ الكبير، لابن أبي خيثمة: أحمد بن زهير بن حرب(ت: ٢٧٩هـ) تحقيق: عادل بن سعد و أيمن بن شعبان، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة الأولى، ١٤٢٥هـ/٢٠٠٤م
(١٢)تذكرة السامع والمتكلم في آداب العالم و المتعلم، لبدرالدين ابراهيم بن سعدالله بن جماعة الكناني(ت: ٧٣٣هـ) تحقيق: حسان عبد المنان، بيت الأفكار الدولية، الرياض، ٢٠٠٤م
(١٣)ترتيب المدارك وتقريب المسالك لمعرفة أعلام مذهب مالك ،للقاضي عياض(م٥٤٤هـ) تحقيق الدكتور أحمد بكيرمحمود ،دار مكتبة الحياة بيروت ـ دار مكتبة الفكر ،طرابلس ـ ليبيا
(١٤) التعالم و أثره على الفكر و الكتاب، لبكر بن عبدالله أبو زيد، دار ابن حزم، القاهره، الطبعة الأولى١٤٢٧هـ/٢٠٠٦م
(١٥)تعليم المتعلم طريق التعلم للزرنوجي، لبرهان الدين الزرنوجي (من علماء القرن السادس) تحقيق: صلاح الخيمي و نذير حمدان (عكسى ايڈيشن ديوبند)
(١٦)تفسير الطبرى، لأبي جعفر محمد بن جرير الطبرى المتوفى ٣١٠هـ، تحقيق: الدكتورعبدالله بن عبدالمحسن التركى، دار عالم الكتب، الرياض، الطبعة الاولى ١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م
(١٧)تهذيب الاسماء واللغات، للنووى: محى الدين ابو زكريا يحيى بن شرف النووى (ت:٦٧٦هـ)دار الكتب العلمية، بيروت– لبنان
(١٨)جامع بيان العلم وفضله، لابن عبد البر(ابى عمر يوسف بن عبد البر النمرى الاندلسى المتوفى ٤٦٣هـ)تحقيق أبي الأشبال الزهرى،دار ابن

الجوزى ،السعودية،الطبعة الخامسة ١٤٢٢هـ
(١٩)الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع ،للخطيب البغدادي: أحمد بن علي بن ثابت (ت: ٤٦٣هـ) تحقيق: محمود الطحان ،مكتبة المعارف، الرياض ١٤٠٣هـ
(٢٠)الجواهر و الدررفى ترجمة شيخ الاسلام الحافظ ابن حجر، للسخاوى: محمد بن عبدالرحمن (ت:٩٠٢هـ)، تحقيق: ابراهيم باجس عبد المجيد،دارابن حزم ،بيروت١٩٩٩م
(٢١)حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، لأبى نعيم أحمد بن عبدالله الأصبهانى(ت: ٤٣٠هـ) دار الكتاب العربى، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٠هـ -١٩٨٠م
(٢٢)حلية طالب العلم، لبكر بن عبدالله أبو زيد، دار ابن الجوزى، الدمام، السعودية، ١٤٢٦هـ
(٢٣)ذيل تاريخ بغداد، لابن النجار: محمد بن محمود البغدادى (ت:٦٤٣هـ)دار الكتب العلمية، بيروت
(٢٤)الرسالة، للامام الشافعي: محمد بن ادريس (ت: ٢٠٤هـ) تحقيق: أحمد شاكر، المشرق للكتاب، دمشق
(٢٥)الزهد، لعبدالله بن المبارك المروزى (ت: ١٨١هـ) تحقيق: حبيب الرحمن الاعظمى، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان
(٢٦)سنن أبى داود، للامام ابى داود سليمان بن الأشعث السجستانى المتوفى ٢٧٥هـ،دارالسلام، الرياض
(٢٧)سنن الترمذى للامام أبى عيسى محمد بن عيسى الترمذى المتوفى٢٧٩هـ،دارالسلام، الرياض
(٢٨)سنن الدارمى لأبى محمد عبدالله بن عبدالرحمن بن بهرام الدارمى المتوفى ٢٥٥هـ،تحقيق عبد الغنى مستو،المكتبةالعصرية،بيروت ،الطبعة الاولى١٤٢٦هـ/٢٠٠٦م

(۲۹) سنن النسائی، لأبی عبد الرحمن أحمد بن شعیب النسائی (ت:۳۰۳ھـ)دارالسلام، الریاض
(۳۰)سنن النسائی الکبری، لأبی عبد الرحمن أحمد بن شعیب النسائی، تحقیق: عبد الغفار سلیمان البنداری و سید کسروی حسن، دار الکتب العلمیة، بیروت-لبنان، الطبعة الأولی ۱٤۱۱ھـ/۱۹۹۱م
(۳۱)سیر أعلام النبلاء، للذهبی: شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان، (ت: ۷٤۸ھـ) مؤسسة الرسالة بیروت- لبنان، الطبعة الحادیةعشرة ۱٤۲۲ھـ/۲۰۰۱م
(۳۲)صحیح البخاری للامام أبی عبدالله محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲٥٦ھـ،دارالسلام، الریاض
(۳۳)صحیح مسلم للامام مسلم بن الحجاج القشیری المتوفی ۲٦۱ھـ دارالسلام، الریاض
(۳۴)الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، للسخاوی: شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی(ت: ۹۰۲ھـ) منشورات دار مکتبة الحیاة بیروت - لبنان
(۳۵)طبقات الشافعیة الکبری ، للسبکی : تاج الدین عبد الوهاب بن علی السبکی (ت: ۷۷۱ ھـ) تحقیق: محمود محمد الطناحی و عبد الفتاح الحلو، دار احیاء الکتب العربیة ، القاهره - مصر
(۳۶)الفتاوی الحدیثیة، لابن حجرالهیتمی: أحمد بن محمد بن علی بن حجر الهیتمی المکی السعدی الانصاری(ت: ۹۷٤ھـ) دار الفکر
(۳۷)الفقیه و المتفقه، للخطیب البغدادی(ت:٤٦۳ھـ) تحقیق: عادل بن یوسف العزازی،مکتبة التوعیةالاسلامیة،مصر ۱٤۲۷ھـ/۲۰۰٦م
(۳۸)مذہب اہل سنت والجماعت اس کے عناصر ترکیبی کا تجزیہ اوران کی شرعی حیثیت، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب (ت:۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) ادارۂ احیائے علم ودعوت، لکھنؤ
(۳۹) مرآة الجنان، لليافعی: أبو محمد عبدالله بن أسعد اليافعی اليمنی المکی (ت: ۷٦۸ھـ) تحقیق: خلیل المنصور ، دار الکتب العلمیة ،

بيروت-لبنان، الطبعة الأولى، ١٤١٧هـ/١٩٩٧ء

(٣٠) المستطرف فى كل فن مستظرف ، لشهاب الدين محمد بن احمد الأبشيهى (ت: ٨٥٢هـ) مكتبة مصطفى نزار الباز، مكة المكرمة، الطبعة الاولى ١٤٢٦هـ/٢٠٠٥م

(٣١) مسند أحمد،للامام أحمد بن حنبل المتوفى ٢٤١هـ،الطبعة الميمنية

(٣٢) المصنف، لعبدالرزاق بن همام الصنعانى (ت:٢١١هـ) تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمى، المكتب الاسلامى، بيروت-لبنان، الطبعة الثانية

(٣٣) المعجم الكبير، للطبراني: أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (ت: ٣٦٠هـ) تحقيق حمدى عبد المجيد السلفى ،دار احياء التراث العربى،بيروت ،الطبعة الثانية،١٤٢٢هـ/٢٠٠٢م

(٣٤) مقدمة ابن خلدون، لعبد الرحمن بن خلدون (ت: ٨٠٨هـ)تحقيق: الدكتور على عبدالواحد وافى، دار نهضة مصر للطبع والنشر، الفجالة، القاهرة

(٣٥) مناقب الشافعى، للبيهقى: أحمد بن الحسين البيهقى (ت:٤٥٨هـ) تحقيق،السيدصقر،مكتبة دار التراث، القاهرة،الطبعة الأولى ١٣٩١هـ

(٣٦) الموافقات فى أصول الشريعة، للشاطبى: أبى اسحاق ابراهيم بن موسى اللخمى الغرناطى المالكى (ت: ٧٩٠هـ) تخريج أحمد السيد سيد أحمد على ، مع شرح تعليقات الشيخ عبدالله درّاز ، المكتبة التوفيقية ، القاهرة

(٣٧) الوافى بالوفيات للصفدى: صلاح الدين خليل كيكلدى الصفدى، (ت: ٧٦٤هـ) تحقيق: مجموعة من المحققين، فرانز شتاير شتو تغارت ألمانيا، ١٤١١هـ

(٣٨) وفيات الأعيان و أنباء ابناء الزمان، لابن خلكان: أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن أبي بكر بن خلكان (ت: ٦٨١هـ) تحقيق: أحسان عباس، دار صادر، بيروت – لبنان